مولانا محمد رمضان سلفی

علم التوحید

❶ علم التوحید ایک 'مرکبِ اضافی' ہے۔ علم کے دو معانی ہیں:

(i) الاعتقاد الجازم المطابق للواقع عن دليل

''ایسا پختہ اعتقاد جو حقیقت حال کے مطابق اور مبنی بر دلیل ہو۔''

(ii) إدراك الشيء على حقيقته

''کسی شے کا مبنی بر حقیقت اِدراک''

(iii) إدراكه كما هو عليه مثلاً: فاعلم أنه لا إلـٰه إلا الله

''کسی امر کا ایسا اِدراک جیسا کہ درحقیقت وہ ہے۔'' جیسا کہ اللہ کی وحدانیت کا علم

چنانچہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور یہ عقیدہ پختہ بھی ہے جو نفسِ امر کے موافق بھی ہے۔ کیونکہ خارج میں اللہ ایک ہی ہے، زیادہ نہیں اور یہ عقیدہ دلیل کی بنیاد پر بھی ہے جس کے متعدد عقلی ونقلی دلائل موجود ہیں۔

جو عقیدہ پختہ ہو، لیکن نفسِ امر کے مخالف ہو، وہ عقیدہ فاسد ہے جیسے عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث۔ یہ عقیدہ عیسائیوں کا پختہ عقیدہ تو ہے، لیکن یہ نفسِ امر کے مطابق نہیں، کیونکہ الٰہ 'مُحدَث' (بعد میں وجود میں آنے والا) اور 'محتاج' نہیں ہوسکتا جبکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ یا الٰہ کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام 'محدث' تھے کہ ان کا وجود پہلے نہیں تھا، بعد میں آیا۔ اسی طرح وہ محتاج بھی تھے چنانچہ ارشادِ باری ہے: ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ (المائدۃ:۷۵)

''مسیح بن مریم صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں اور اس کی والدہ نہایت سچی عورت تھیں دونوں (ماں بیٹا) کھانا کھانے والے تھے، لہٰذا عقیدۂ تثلیث

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

عیسائیوں کے ہاں اگرچہ پختہ عقیدہ ہے، لیکن امرِ واقع کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہایت باطل اور فاسد عقیدہ ہے۔''

❷ غلبۂ ظن کو بھی علم کہتے ہیں جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ﴾ (الممتحنۃ:۱۰)

یہاں کسی عورت کے مؤمن ہونے کے متعلق غلبۂ ظن تو ہوسکتا ہے، علم یقینی نہیں، کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل کی بات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ گویا جس طرح 'علم یقین' حجت بنتا ہے اور معتبر ہوتا ہے، اسی طرح شرعی احکام میں غلبۂ ظن بھی معتبر ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

الغرض اعتقادِ جازم اور غلبۂ ظن دونوں شریعت میں حجت ہیں۔

توحید: واحد کے ہم معنی ہے یعنی اللہ کو ایک ماننا اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔

علم التوحید: مذکورہ بالا تفصیلات کے پیش نظر اس کی تعریف یوں ہوئی:

هو إثبات ذات الله سبحانه وتعالىٰ مع نفي مشابهتها للذوات وعدم تعطيلها عن الصفات ووجوب إفرادها بالعبادات

تعریف میں شامل ہر نکتے کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

اثبات ذات الله: یعنی وجودِ باری تعالیٰ کا اقرار کرنا۔

نفي مشابهتها للذوات: یعنی اللہ خالق ہے باقی سب مخلوقات، اور خالق مخلوق کے مشابہ نہیں ہوسکتا۔

وعدم تعطيلها عن الصفات: صفات کو اسی طرح ماننا جیسے قرآن وسنت میں وارد ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی سے بچنا۔

ووجوب إفرادها بالعبادات: کسی بھی قسم کی عبادت خواہ وہ قولی ہو جیسے دعا، خواہ بدنی ہو جیسے کسی کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا خواہ مالی عبادات مثلاً نذر و نیاز، ان کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے لئے ہی خاص ماننا

انسان سب سے پہلے توحید کا مکلّف ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد کی باری بعد میں

آتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے عقیدہ کو درست کرنا ضروری ہے۔لہٰذا مشرک کو نماز سے محض ٹکریں مارنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے ۲۳ سال میں سے ۱۳ سال عقیدے کی درستگی پر لگائے اور باقی سارا دین مدینہ منورہ میں ۱۰ سال میں پورا ہو گیا۔

چار شرطوں کے پائے جانے سے انسان مکلّف بنتا ہے:

① عقل

② بلوغت: اور بلوغت کا علم مندرجہ ذیل چیزوں سے حاصل ہوتا ہے،احتلام،عمر اور زیر ناف بالوں کا اگنا،اسی طرح عورت کے لیے حیض آنا۔

③ بلوغِ دعوت یعنی دعوتِ توحید کا پہنچنا

④ سلامة إحدى الحاستين یعنی کان اور آنکھوں میں سے کسی ایک کے صحیح اور کارآمد ہونے سے بھی انسان توحید کا مکلّف بن جاتا ہے۔

ان شروط کے پائے جانے سے انسان علم التوحید کا مکلّف بن جاتا ہے۔

علم توحید کے دیگر نام

اس علم کو 'عقیدہ'، 'علم اُصول الدین' یا 'الفقه الأكبر' بھی کہتے ہیں۔

اس علم کی فضیلت

(i) موضوع کے اعتبار سے یہ علم اَفضل العلوم ہے،کیونکہ اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات،اسماء،اُلوہیت اور عبودیت وغیرہ ہے۔

(ii) غرض وغایت کے اعتبار سے بھی یہ علم سب سے افضل علم ہے،کیونکہ علم التوحید کی غرض وغایت یہ ہے:

”معرفة الحق بالأدلة القطعية والفوز بالسعادة الأبدية“

''یعنی حق تعالیٰ کو یقینی اور قطعی دلائل سے پہچاننا اور آخرت کی دائمی سعادت حاصل کرنا۔''

بندوں پر سب سے پہلا فریضہ عقیدۂ توحید کی معرفت ہے جیسا کہ مسند احمد،سنن دارمی، موطأ،بخاری،مسلم،نسائی،ترمذی وغیرہ میں مروی ہے کہ جب معاذؓ کو نبی اکرم ﷺ نے یمن

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا:

« فليكن أوّل ماتدعوهم إليه شهادة أن لاإله إلا الله وأني رسول الله فإن هم أجابوا لذلك فقل لهم: إن الله افترض عليهم خمس صلوات في اليوم والليلة......»

نبی کریم ﷺ کا دعوتِ توحید کو مقدم رکھنے کا حکم اس کی اَفضلیت پر دالّ ہے۔

(iv) جتنے بھی رسول آئے، جتنی بھی آسمانی کتابیں ہیں، سب کا اصل مقصد توحید کو قائم کرنا ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ کی تمام نصوص پانچ مضامین سے خارج نہیں اور ان پانچوں کا تعلق توحید سے ہے۔ وہ پانچ چیزیں درج ذیل ہیں:

(ا) بعض آیات و اَحادیث اللہ تعالیٰ کی ذات اور اَسماء وصفات کو بیان کرتی ہیں اور یہ توحید نظری ہے۔

(ب) بعض نصوص اللہ کی عبادت اور اہمیت کو بیان کرتی ہیں یعنی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہئے اور یہ توحیدِ عملی ہے۔

(ج) بعض نصوص اَوامر ونواہی پر مشتمل ہیں مثلاً اقیموا الصلوٰۃ، اٰتوا الزکوٰۃ، لاتقربوا الزنا وغیرہ۔ یہ لوازمِ توحید اور مقتضیاتِ توحید ہیں یعنی جب تم توحید باری تعالیٰ کو مانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے اَوامر ونواہی کو بھی مانو۔

(د) بعض نصوص جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر کرتی ہیں۔ اس کا تعلق بھی توحید سے ہے، کیونکہ جنت میں صرف توحید والے ہی جائیں گے مشرک تو جنت میں جائے گا نہیں۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿إِنَّهُ مَن يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ (المائدۃ:۷۲)

"یقین مانو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کردیا ہے۔"

(ھ) بعض نصوص میں جہنم اور دیگر سزاؤں کا ذکر ہے۔ ان نصوص کا تعلق بھی توحید سے ہے، کیونکہ یہ سزائیں توحید سے انحراف کرنے والے مشرکوں کے لیے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

اس علم کا حکم

اس کی دوصورتیں ہیں:

① اس کو علی الاجمال سیکھنا سب مسلمانوں پر فرض ہے یعنی ہر شخص کو علم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اور وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور ہر چیز میں تصرف کرنا اللہ ہی کا حق ہے اور یہ بھی علم ہونا چاہیئے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ہے، مدبر بھی وہی ہے، رازق وداتا بھی وہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کمال کے ساتھ موصوف اور ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور رسولوں کے بارے میں یہ علم ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ کے فرستادہ ہیں اور وہ اپنی دعوت میں سچے ہیں جو اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے کلام کرتے ہیں۔

② تفصیلی طور پر اس علم کو سیکھنا فرضِ کفایہ ہے۔یعنی مسلمانوں میں سے اگر اتنے لوگ اس علم کو سیکھ لیں کہ مسلم معاشرے کی ضرورت پوری ہوجائے تو یہ فرض دیگر مسلمانوں سے ساقط ہوجائے گا۔

توحید کی اَقسام

توحید کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

① توحيد في الإثبات والمعرفة

② توحيد فى القصد والطلب

① توحيد في الأثبات والمعرفة (توحیدِنظری)

اس کی آگے دو قسمیں ہیں:

(i) توحیدِ ربوبیت (ii) توحیدِ اسماء وصفات

② توحيد فى القصد والطلب (توحیدِ عملی وطلبی)

توحیدِ اُلوہیت اور توحید فی العبادۃ بھی اس کے نام ہیں۔

الغرض توحید کی کل تین قسمیں ہوگئیں:

① توحیدِ ربوبیت ② توحیدِ اسماء وصفات ③ توحیدِ اُلوہیت

❶ توحیدِ ربوبیت

تعریف: الإعتقاد الجازم بوجود الله سبحانه وتعالیٰ وأنه خالق کل شيء ومدبره والمتصرف فيه

''یعنی اس بات کا پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ موجود اور وہ ہر چیز کا خالق و مالک اور تدبیر کرنے والا اور ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے۔''

منقولہ دلائل سے قطع نظر اللہ تعالیٰ کے وجود کے عقلی دلائل بے شمار ہیں:

① اَربوں انسانوں کی شکلوں کا مختلف ہونا اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہے۔

② مختلف بولیاں اور لغات اللہ تعالیٰ کے وجود پر دال ہیں کہ بچہ بغیر کسی مکتب میں پڑھنے کے اپنی مادری زبان سیکھ جاتا ہے۔

③ جانوروں کا دودھ اور خون آپس میں نہیں ملتا۔ یہ معمل الٰهي (اللہ کا کارخانہ) ہے۔

④ بے شمار قسم کے پھل اور درخت پودے وغیرہ سب ایک ہی مٹی اور پانی سے پیدا ہوتے ہیں، لیکن ذائقے اور شکلیں مختلف ہیں: وفي کل شيء له أية تدل علی أنه واحد

''ہر چیز اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی ہے۔''

(مدارج السالکین از ابن القیم: ۱/۴۰۷)

⑤ مختلف جانوروں کے گوشت کے ذائقے الگ الگ ہیں۔

⑥ صحیح بخاری میں ہے کہ انسان کھاتا منہ سے اور پیتا بھی منہ سے، لیکن دونوں کا مخرج مختلف ہے۔ (صحیح بخاری مع الفتح: ۸/۵۹۸) یہ بھی اللہ کے وجود کی نشانی و دلیل ہے۔

چند دہریوں کے سوا توحیدِ ربوبیت کو سب مانتے ہیں، حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی مانتے تھے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْض لَيَقُوْلُنَّ اللهُ﴾ (لقمان: ۲۵)

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں وزمین کا خالق کون ہے تو یہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔''

گویا توحیدِ ربوبیت تو انسانی فطرت میں داخل ہے، اس لیے پیغمبروں کی بعثت سے اصل

مقصود توحیدِ ربوبیت نہ تھی بلکہ توحید اُلوہیت اَصل مقصود تھی۔ اور مشرک اسی کو کہا جاتا ہے جو اللہ کو تو مانتا ہو، لیکن ساتھ ہی دوسروں کو بھی شریک کرتا ہو۔

۲ توحیدِ اسماء وصفات

”هو إثبات أسماء الله تعالىٰ وصفاته إثباتًا بلا تشبيه وتنزيهًا بلا تعطيل“

”اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو ویسے ماننا (جیسے قرآن وسنت میں آئے ہیں یعنی ہر صفتِ کمال اللہ کے لائق ہے اور وہ ہر نقص سے پاک ہے) لیکن یہ اثبات بغیر تشبیہ کے اور نقائص سے منزہ قرار دینا بلا تعطیل کے ہونا چاہئے۔“

اللہ تعالیٰ کی صفات کی ماہیت، کیفیت، حقیقت صرف اللہ جل جلالہ کے علم میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کی ماہیت، کیفیت اور حقیقت بھی صرف اللہ ہی کے علم میں ہے۔

دلیل: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾

”اللہ کے مثل کوئی نہیں، اور وہ سمیع وبصیر ہے۔“

اس آیت میں تمثیل وتشبیہ اور تعطیل دونوں کی نفی ہوگئی، مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ میں نقص ہے۔ معاذ اللہ وہ تو ہر نقص سے پاک ہے۔

۳ توحید قصد وطلب

اس سے مراد توحیدِ الوہیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ اور ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کرنا توحید اُلوہیت (توحید القصد والطلب) کہلاتا ہے۔

عبادت کی کئی قسمیں ہیں:

① قولی ② مالی ③ بدنی

قولی: اب اگر کوئی شخص کہے 'یاعلی مدد' تو گویا اس نے قولی عبادت میں علیؓ کو اللہ کا شریک بنایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن:۱۸)

”یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

بدنی: اسی طرح اگر کوئی شخص بدنی عبادت میں اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو وہ بھی مشرک ہے مثلاً کوئی علی ہجویری کے دربار پر ماتھا ٹیکے، رکوع کرے، ہاتھ باندھ کر اَدب سے کھڑا ہو تو یہ عملی عبادت میں اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

مالی: اسی طرح اگر کوئی شخص نذرِ حسینؓ دیتا ہے تو گویا وہ مالی عبادت میں اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اسی طرح قبروں پر دیگیں چڑھانا غیر اللہ کے نام کی گیارھویں دینا، جعفر صادق کے کونڈے بھرنا بھی مالی عبادت میں خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک بنانا ہے۔ اصل مقصود یہی توحید (توحیدِ اُلوہیت) ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور تمام آسمانی کتابیں توحید اُلوہیت کی خاطر آئیں اور قرآن وسنت میں توحیدِ ربوبیت صرف توحید اُلوہیت سمجھانے کے وسیلے کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔ مثلاً

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

(البقرۃ:۲۲)

''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، تو باوجود یہ جاننے کے تم اللہ تعالیٰ کے شریک نہ بناؤ۔''

الغرض کائنات کی تخلیق کا مقصد توحید اُلوہیت ہے رسولِ اکرم ﷺ کی ذات تخلیق کائنات کا مقصود نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

مصادرِ توحید

یہ تین ہیں:

① قرآنِ کریم ② سنتِ مطہرہ ③ اجماعِ اُمت (اجماعِ سلف)

① نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں وہ تمام عقائد و اعمال بیان کر دیئے جن کی انسانوں کو ضرورت تھی اور جو عقائد واعمال آپؐ نے بیان نہیں کیے، ان کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کے کئی دلائل ہیں:

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

① رسول اکرم ﷺ کی رسالت ہدایت اور نور پر مشتمل ہے اور نور وہدایت اللہ تعالیٰ کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اس لیے رسولِ کریم ﷺ نے اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے اور عقائد کی خوب وضاحت فرمائی ہے تا کہ امت مسلمہ آسانی کے ساتھ عقیدہ توحید کی روشنی سے منور ہو سکے اور کوئی چیز ہدایت اور نور تب ہی ہوسکتی ہے جب کہ اس میں کوئی چیز مخفی نہ ہو۔

② رسول اللہ ﷺ نے امت کے لیے چھوٹے سے لے کر بڑے مسائل سب بیان کیے ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے بول وبراز جیسے مسائل بھی واضح کیے ہیں جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں:

”قا ل بعض المشركين وهو يستهزئ أني لأرى صاحبكم يعلمكم حتى الخراء ة قلت أجل أمرنا أن لا نستقبل القبلة ولا نستنجي بأيماننا ولا نكتفي بدون ثلاثة احجار ليس فيها رجيع ولا عظم“(مشکوۃ،ص۴۴)

”کسی مشرک نے استہزا اور مذاق کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا نبی تو تمہیں ہر چیز سکھلاتا ہے یہاں تک کہ بول وبراز اور قضاءِ حاجت کے مسائل بھی،تو حضرت مسلمان نے کہا ہاں واقعی ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم بول وبراز کے وقت قبلہ کی طرف متوجہ نہ ہوں اور انہوں نے ہمیں دائیں ہاتھ کے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے اور ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرتے ہوئے تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے سے بھی روکا ہے اور گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے جب کہ چھوٹے چھوٹے مسائل کو ترک نہیں کیا تو عقیدہ توحید تو دینِ اسلام کی اَساس اور بنیاد ہے۔عقائد کی وضاحت کو آپ کیسے نظر انداز کر سکتے تھے۔

③ نبی اکرم ﷺ میں تین خصلتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو ہر چیز کو واضح طور پر بیان کرنے کا تقاضا کرتی ہیں وہ خصلتیں یہ ہیں کہ آپ ﷺ:

❶ ساری مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا علم رکھنے والے تھے۔

❷ تمام مخلوق سے بڑھ کر فصیح وبلیغ تھے۔

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

③ مخلوقات سے بڑھ کر اپنی امت کے خیر خواہ تھے۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایک واضح دین کے راستے پر چھوڑا ہے جس کی راتیں بھی دنوں کی طرح جگمگاتی ہیں اور اس دین کے عقائد واعمال میں کوئی تاریکی اور اندھیرا نہیں پایا جاتا۔ اس دین کو چھوڑ کر وہی شخص ہلاک ہوتا ہے جو بدقسمت ہو۔ ایسے دین کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے عقائد واعمال میں فلاسفہ، متکلمین اور دیگر گمراہ فرقوں کے پیچھے چلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

توحیدِ اسماء وصفات میں خرابی کرنیوالے فرقے

اسماء وصفات میں مشہور گمراہ فرقے پانچ ہیں:

① قدریہ ② رافضہ ③ جہمیہ ④ خوارج ⑤ کرامیہ

① قدریہ

اس کا بانی ایک عیسائی 'سوسن' تھا۔ وہ معبد جہنی سے ملا اور اسے یہ عقیدہ دیا کہ کسی بھی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ کو اس کا علم نہیں ہوتا اور تقدیر کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ بصرہ کا رہنے والا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ یحییٰ بن یعمرؒ کہتے ہیں:

''معبد جہنی پہلا شخص ہے جس نے بصرہ میں تقدیر کا قول اختیار کیا میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تو ہم نے کہا وہاں اگر ہماری ملاقات کسی صحابی سے ہوئی تو ہم ان قدریہ کے بارہ میں سوال کریں گے۔ اتفاق سے وہاں ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہوگئی جب کہ وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم دونوں میں سے ایک ان کے دائیں اور دوسرا بائیں جانب ہوگیا۔ میں سمجھا کہ میرا ساتھی مجھے ہی بولنے کا موقع دے گا تو میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! ہمارے ہاں بصرہ میں کچھ ایسے لوگ نمودار ہو رہے ہیں جو قرآن کریم پڑھتے ہیں اور علم کے طلب گار ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی تقدیر مقرر نہیں کی اور ہر چیز نو پید ہے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: جب آپ ان لوگوں سے ملیں تو ان سے کہنا میں ایسے لوگوں سے بری ہوں اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اللہ

تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں اگر ان قدریہ میں کسی کے پاس احد پہاڑ کی بقدر سونا ہو اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ بھی کر دے تو تقدیر پر ایمان لائے بغیر اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس کے بعد انہوں نے وہ مشہور حدیث بیان کی جو حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر کوئی سفر کے آثار بھی نہ تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے لگا کر اور آپ کے رانوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور سوال کیا اے محمد ﷺ! مجھے ایمان کے بارہ میں بتائیں۔ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، اور آخرت پر ایمان لانا ہے اور اچھی بری تقدیر پر بھی......'' (صحیح مسلم: ۱/۲۷)

حجاج بن یوسف کو جب پتہ چلا تو اُس نے معبد کو گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور سولی دے دی، لیکن اس کے بعد غیلان دمشقی نے یہ عقیدہ پھیلانا شروع کر دیا۔ اس کو عبدالملک بن مروان نے گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی چڑھا دیا اور پھر آگ میں جلا دیا۔ لیکن اس کے بعد اس نظریہ کا عَلَم واصل بن عطا غزال نے اٹھایا، لیکن اس نے تھوڑی سی ترمیم کر لی کہ اللہ تعالیٰ اشیا کو ان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے جانتا ہے اور یہ بھی کہ خیر کا خالق تو اللہ ہے، لیکن شر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں۔ گویا قدریہ دو طرح کے ہوگئے:

۱) قدریہ غلاۃ: یہ غیلان دمشقی کی ہلاکت سے ختم ہوگئے۔

۲) قدریہ معتزلہ: واصل بن عطا سے اس فرقہ کی ابتدا ہوئی جو معتزلہ کا بانی ہے۔ اس کے نظریات کو عمرو بن عبید معتزلی نے بڑے زور و شور سے پھیلایا۔

قدریہ معتزلہ نے اپنے خود ساختہ تصورات کو متعارف کرانے کے لئے پانچ اُصول بنائے جن کے نام تو بظاہر اہل سنت والے رکھے، لیکن ان کی تعبیر خود ساختہ کی۔ مزید برآں معتزلہ نے اپنا نام بھی 'اہل العدل والتوحید' رکھا جیسا کہ آج کل لوگ اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھ لیتے ہیں، لیکن ساتھ ہی شرک و بدعت میں بھی مبتلا رہتے ہیں۔

قدریہ معتزلہ کے اُصولِ خمسہ فاسدہ جن پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی اور ان

کے ذریعہ سے اسلام کے ارکان کو گرانے کی کوشش کی:

① توحید ② عدل

③ منزلۃ بین المنزلتین ④ انفاذ الوعید

⑤ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

① **توحید:** سے ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا جائے۔اور اس کی دلیل یہ دی کہ صفات ماننے سے اللہ تعالیٰ کا جسم لازم آئے گا، کیونکہ مخلوق بھی صفات کے ساتھ متصف ہے اور اس سے مخلوق کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی حالانکہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اللہ کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے، لہٰذا اللہ کی صفات ہی نہیں ہیں،ان کا یہ نظریہ فاسد اور باطل ہے۔صفات کا انکار دراصل توحید اسماء وصفات کا انکار ہے۔

حالانکہ اہل السنۃ والجماعہ اللہ عزوجل کی صفات کو کیفیت کی تفصیل میں جائے بغیر مانتے ہیں، لہٰذا اس سے جسم ہونا لازم نہیں آتا۔

② **عدل:** اللہ تعالیٰ نے صرف خیر کو پیدا کیا ہے، شر کو اللہ نے پیدا نہیں کیا بلکہ شر مخلوق کی تخلیق ہے۔اس موضوع پر اہل السنۃ کے ابو اسحٰق اسفرائینی اور عبدالجبار معتزلی کا مناظرہ ہوگیا:

عبدالجبار: سبحان من تنزّه عن الفحشاء

''اللہ تعالیٰ شر کو پیدا کرنے سے پاک ہے۔''

ابو اسحٰق: سبحان من لا يقع في ملكه إلا ما شاء

''اللہ تعالیٰ پاک ہے جس کی بادشاہت میں کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر واقع نہیں ہوتی خواہ وہ خیر ہو یا شر۔''

عبدالجبار: أفيريد أن يُعصىٰ؟

''کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے؟''

ابو اسحٰق: أفيُعصىٰ رُبنا مكرهًا؟

''ہمارا رب تعالیٰ نافرمان کی نافرمانی میں مجبور تو نہیں ہے۔''

عبدالجبار: مجھے بتلایئے اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ہدایت کو روک لے اور میری ہلاکت کا فیصلہ کر

دے تو کیا یہ فیصلہ اچھا ہوگا یا برا؟

ابواسحٰق: جس چیز کو اللہ تعالیٰ تجھ سے روکتا ہے اگر تو وہ تیری ملکیت میں ہے تو یہ فیصلہ برا ہو،لیکن اگر وہ چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے اورواقعی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملک ہے تو اللہ جو چاہے کرے (وہ صاحب اختیار ہے)۔اس پرعبدالجبار لاجواب ہوگیا۔

معتزلہ کو یہ مغالطہ اس بنا پر لاحق ہوا کہ اُنہوں نے اِرادہ کونیہ قدریہ اور اِرادہ دینیہ شرعیہ کو ایک ہی کردیا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ اِرادہ کونیہ قدریہ کے اعتبار سے شر کے بھی خالق ہیں اور اِرادہ شرعیہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ شر کو پسند نہیں کرتے۔ واضح رہے کہ اِرادہ دینیہ شرعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلوب ومقصود ہے جبکہ ارادہ کونیہ قدریہ میں اللہ کی پسند ورضا کا ہونا ضروری نہیں۔

گویا معتزلہ نے اِرادۂ کونیہ کا انکار کردیا اور صرف شرعیہ کو مانا جب کہ صوفیا نے اِرادہ دینیہ شرعیہ کو لغو کردیا اور اِرادہ کونیہ قدریہ کے تحت ہر چیز کو اللہ کا محبوب بنادیا۔

ارادہ دینیہ شرعیہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کو شامل ہے جب کہ ارادہ کونیہ قدریہ خیر وشر ہر چیز کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہے۔بعض چیزوں میں اللہ کے دونوں ارادے جمع ہوجاتے ہیں جیسے مؤمن کا ایمان لانا

اور بعض چیزوں میں صرف ارادہ کونیہ قدریہ آتا ہے جیسے کافر کا کفر کرنا

بعض چیزوں میں اِرادہ شرعیہ آتا ہے جیسے کافر کا ایمان لے آنا۔

③ المنزلة بين المنزلتين: معتزلہ کے اس اُصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کبیرہ گناہ کرتا ہے تو وہ ایمان سے نکل جاتا ہے،لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ ایمان وکفر کے درمیان ہوتا ہے۔

خوارج بھی یہی کہتے ہیں کہ مرتکب ِکبیرہ ایمان سے نکل جاتا ہے،لیکن ان میں اور معتزلہ میں فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک وہ کفر میں داخل ہوجاتا ہے، جبکہ معتزلہ اس کو کفر میں داخل نہیں سمجھتے۔لیکن نتیجہ اور آخرت کے اعتبار سے دونوں کا نظریہ برابر ہے کہ وہ دائمی جہنمی ہوگا۔جب کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ مرتکب ِکبیرہ نہ تو ایمان سے نکلتا ہے اور نہ ہی مخلد فی النار ہوگا، بلکہ ارتکاب ِکبیرہ سے اس کے ایمان میں نقص اور کمی لاحق ہوجاتی ہے۔

④ انفاذ الوعید: وعید کا نافذ کرنا اللہ پر لازمی ہے یعنی کسی مرتکبِ کبیرہ کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ ہر مجرم کو عذاب ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں کرے گا تو وعدہ خلافی لازم آئے گی۔

دو اعتبار سے معتزلہ کا یہ نظریہ بھی غلط ہے:

① اس وعید اور عذاب کو اللہ تعالیٰ نے عدمِ مغفرت کے ساتھ معلق کیا ہے کہ اگر معاف نہیں کروں گا تو پھر عذاب دوں گا، جیسا کہ گناہ سے توبہ کرنے والے کو وعید شامل نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کے وعدہ کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

② نیز وعدہ اور وعید میں فرق ہے۔ وعدہ کی مخالفت تو مذموم ہے، لیکن وعید کی مخالفت تو قابل تعریف اور اکرام و اِحسان میں داخل ہے۔ اس کی دلیل یہ شعر ہے:

وإني إن أوعدته أو وعدته
لمخلف إيعادي و منجز موعدي

''میں اگر کسی کو وعید سناؤں یا اس سے وعدہ کروں تو وعید کو چھوڑ دیتا ہوں، لیکن اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہوں۔''

یعنی انعام کا اعلان وعدہ ہوتا ہے اور سزا کا اعلان وعید کہلاتا ہے اور وعدہ کو پورا کرنا ضروری ہے جب کہ وعید کو چھوڑنا ممدوح ہے۔

⑤ الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: اس خودساختہ اصول سے ان کے نزدیک مراد یہ ہے کہ ظالم حکمران کے خلاف تلواریں لے کر نکلنا اور اس سے لڑنا ضروری ہے۔

معتزلہ کے پھیلاؤ کے اَسباب

① حکمرانوں سے تعلقات
② چرب زبانی
③ فصاحت و بلاغت
④ باہم شدتِ تعاون

❷ رافضہ

تشیع میں غلو کرنے والوں کو 'روافض' کہا جاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

وجہ تسمیہ: روافض کی وجہ تسمیہ کے بارے میں درج ذیل تین اَقوال ہیں:

◉ پہلا قول:

حضرت ابوبکر وعمر کی خلافت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے اُنہیں روافض (انکار کرنے والے) کہا جاتا ہے۔لرفضهم خلافة الشيخين

◉ دوسرا قول:

دین چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ روافض کہلاتے ہیں۔لرفضهم الدين یعنی یہ بظاہر تو دین کے دعوے دار ہیں، لیکن درحقیقت حقیقی اسلام سے بہت دور ہیں۔روافض نے خود ساختہ دین بنایا ہوا ہے اور توحید کو نظر انداز کر کے یہ شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

◉ تیسرا قول:

زیدؒ بن علیؒ بن حسینؓ بن علیؓ دوسری صدی ہجری میں بنواُمیہ کے خلاف لڑنے کے لیے نکلے تو اُنھوں نے کہا اگر آپ شیخین کو گالیاں دیں گے اور ان سے براءت کا اظہار کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔اُنھوں نے کہا کہ معاذ اللہ میں ایسا نہیں کرسکتا تو یہ الگ ہوگئے تو زید نے فرمایا: أرفضتموني

''کیا تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا'' اس سے انہیں 'رافضہ' کہا گیا۔

یمن کا رہنے والا عبداللہ بن سبا یہودی دورِ عمرؓ میں تو درّۂ فاروقی سے ڈرتا تھا، لیکن دورِ عثمانیؓ میں اُن کی نرمی کی وجہ سے اس کو موقع مل گیا۔یمن سے حجاز آ کر اس نے اسلام کا دعویٰ کر دیا اور غلط عقائد پھیلانے شروع کردیئے۔اس نے یہ نظریات پھیلا دیئے کہ

① رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد حضرت علیؓ کی خلافت کی وصیت کی تھی۔

② ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ (معاذ اللہ) شیطان کو قتل کیا تھا جو علیؓ کی صورت میں آیا تھا۔

③ علیؓ میں اُلوہیت کا جز پایا جاتا ہے لہٰذا وہ قیامت کے نزدیک لوٹ کر آئیں گے اور اپنے دشمنوں سے انتقام لیں گے۔

گویا اس طرح ابن سبا نے شیعوں کو گمراہ کیا جیسے پولس نے عیسائیوں کو گمراہ کیا اس نے کہا:

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

① مجھے عیسیٰ علیہ السلام ملے اور کہا کہ عیسائیت تمام لوگوں کا دین ہے۔

② مجھے وصیت کی ہے: الإله ثلاثة وثلاثة واحد وَهُم:أب، ابن وروح القدس یعنی خدا تین ہیں (اب، ابن، روح القدس) اور تین مل کر ایک ہے۔

③ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بن کر سولی چڑھ گئے ہیں۔

④ عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے جانے کے بعد زندہ ہوگئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب عرش پر بیٹھ گئے۔

گویا جس طرح پولس نے عیسائیوں کو عیسائی بن کر گمراہ کیا، اسی طرح عبداللہ بن سبا نے مسلمان بن کر شیعوں کو گمراہ کیا۔

❸ الجهمية

یہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں جس کو سلم بن احوز نے گرفتار کر کے قتل کر دیا تھا اور جہم نے یہ نظریات جعد بن درہم سے حاصل کئے تھے۔گویا اصل میں یہ نظریات جعد کے تھے، لیکن جہمیہ کی نسبت جہم کی طرف اس لیے ہے کہ اس نے ان نظریات کا پرچار کیا۔جعد کو خالد قسری نے گرفتار کیا اور عید الاضحیٰ کو خطبہ دیا اور کہا:

”يأيها الناس ضحُّوا تقبل الله ضحاياكم فإني مضحّ بجعد بن درهم إنه زعم أن الله لم يتخذ إبراهيم خليلاً ولم يكلم موسى تكليما ثم نزل فذبحه“

”اے لوگو! تم جانوروں کی قربانی کرو اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیاں قبول کرے۔میں تو جعد بن درہم کی قربانی کروں گا، کیونکہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل نہیں بنایا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی ہے پھر منبر سے اتر کر اسے ذبح کر دیا۔“

جہمیہ کے گمراہ کن نظریات

① نفی الصفات: یہ صفاتِ الٰہی کی کلی طور پر نفی کرتے ہیں۔

② القول بالجبر ونفي الإختيار عن العَبد: یعنی بندے کو کچھ اختیار نہیں، وہ مجبور

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

محض ہے۔ جو کچھ کرواتا ہے، اللہ ہی کرواتا ہے۔

③ فناء الجنة والنار: یعنی جنت اور جہنم بھی آخر کار فنا ہو جائیں گے۔

④ الإيمان معرفة فقط: یعنی ایمان فقط معرفت کا نام ہے۔

⑤ الخروج بالسيف على أئمة الجور: یعنی ظالم حکمرانوں کے خلاف ہتھیاروں سے لڑنا واجب ہے۔

④ الكرّامية

یہ محمد بن کرام سجستانی کی طرف منسوب ہیں۔ محمد بن کرام کو حکومتِ وقت نے آٹھ سال تک قید رکھا۔ اس نے بظاہر توبہ کر لی، لیکن جب آزاد ہوا تو پھر وہی نظریات پھیلانے شروع کر دیئے۔

گمراہ کن نظریات

① مجاوزة الحد في إثبات الصفات حتى شبَّهوه بخلقه: یعنی یہ صفات باری تعالیٰ کو ثابت کرنے میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی صفات بندوں کے مشابہ ہیں۔

② الإيمان هو النطق فقط: یعنی ایمان صرف اقرار کا نام ہے تصدیق اور عمل کی ضرورت نہیں۔ فقط کلمہ پڑھنے سے بندہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

③ جواز وضع الأحاديث في الترغيب والترهيب: دینی اعمال کی طرف لوگوں کو راغب کرنے اور اللہ سے ڈرانے کے لیے اَحادیث اپنے پاس سے وضع کرنا جائز ہیں۔ جیسا کہ امام عراقی اپنے الفیہ میں فرماتے ہیں

وجوّز الوضع في الترغيب قوم ابن الكرّام وفي الترهيب

''کرامیہ فرقے نے ترغیب وترہیب کے باب میں احادیث وضع کرنے کو جائز کر لیا ہے۔''

⑤ خوارج

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت لینے کی کوشش کی، لیکن

ناکامی ہوئی،لہٰذا آپ نے بزورِ طاقت بیعت لینے کا ارادہ کیا اور اسی ہزرا کا لشکر لے کر کوفہ سیشام چلے اورنخلیہ کے مقام پر مقیم ہو گئے۔امیر معاویہ کو اس کا علم ہوا تو ساٹھ ہزار شامیوں کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلے اورصفین کے میدان میں دریائے فرات کے ساحل پر ڈیرے لگا لیے، دونوں فوجوں میں امت کے خیر خواہ، علما،صلحا اور حفاظِ قرآن کی کافی تعداد تھی۔انہوں نے مصالحت کی کوشش کی۔اس وجہ سے تین ماہ تک لڑائی رکی رہی اورطرفین کے سفیروں کی آمدورفت جاری رہی،لیکن مصالحت نہ ہوسکی۔حضرت امیر معاویہؓ اس شرط پر بیعت کرنے کے لیے تیار تھے کہ قاتلین عثمان کو ان کے حوالے کر دیا جائے،لیکن یہ معاملہ بڑا پیچیدہ تھا،کیونکہ اس مطالبہ پر حضرت علیؓ کی فوج سے بیس ہزار آدمیوں نے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا ہم سب قاتلینِ عثمان ہیں،اسی طرح مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں اور جنگ شروع ہوگئی جس کا سلسلہ کئی مہینے تک جاری رہا،شامی لشکر نے عمرو بن عاص کے مشورے سے ایک عجیب کام کیا۔صبح جب دونوں فوجیں مقابلے کے لیے نکلیں تو شامی نیزوں پر قرآن کریم اٹھائے ہوئے نکلے اور بلند آوز سے کہنے لگے۔ہمارے اورتمہارے درمیان کتاب اللہ ہے آؤ مل کر اس کا فیصلہ قبول کر لیں۔یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی جس پرعراقیوں نے لڑائی سے ہاتھ روک لیے۔حضرت علیؓ نے بہت سمجھایا کہ یہ ایک چال ہے مگر وہ نہ مانے اور کہا کہ اگر آپ نے قرآن کو حکم تسلیم نہ کیا تو ہم آپ سے بھی جنگ کریں گے۔مجبورا حضرت علیؓ کو لڑائی بند کرنی پڑی۔

اب تجویز یہ ٹھہری کہ طرفین سے ایک ایک نمائندہ بطورِ ثالث مقرر کیا جائے جو قرآن کریم کی رو سے اس جھگڑے کا فیصلہ کریں اور تا فیصلہ جنگ بند رہے گی اور یہ فیصلہ فریقین کے لیے واجب العمل ہو گا۔حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری ثالث مقرر ہوئے۔اس موقع پر ایک گروہ نے حضرت علیؓ کی مخالفت شروع کر دی اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کو بڑے اصرار کے ساتھ ثالثی کے لیے آمادہ کیا تھا جب کہ حضرت علیؓ شروع میں ثالثی کے حق میں نہ تھے،لیکن ان لوگوں کے زور دینے پر

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com

وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے، مگر اب یہی لوگ "إن الحكم إلا لله" فیصلہ تو صرف اللہ ہی کر سکتا ہے کا نعرہ لگا کر حضرت علیؓ کی فوج سے الگ ہو گئے۔ اس گروہ کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اور انہیں 'خارجی' کہا جاتا ہے، بعد میں ان لوگوں نے زور پکڑ لیا اور منظّم تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ حضرت علیؓ کے استفسار پر ان لوگوں نے کہا، آپ نے اللہ کے حکم میں انسانوں کو ثالث بنا لیا ہے، اس لیے ہم نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں تو ثالثی کے خلاف تھا، تم لوگوں نے اصرار کر کے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اب جب کہ میں ثالثی کے عہد نامہ پر دستخط کر چکا ہوں تو تم مجھے اپنے عہد سے پھر جانے پر مجبور کرنے لگے ہو، میں ایسا نہیں کروں گا اور ثالثوں نے بھی قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کرنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس لیے انہیں ثالث ماننے میں کوئی قباحت نہیں ہے، مگر خارجیوں نے کہا ثالثی قبول کرنا کفر ہے، اگر ہم نے آپ کو ثالثی قبول کرنے کی تجویز دی تھی تو ہم نے گناہ کیا تھا اب ہم اس گناہ سے توبہ کرتے ہیں، اگر آپ بھی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کر لیں تب ہم آپ کا ساتھ دیں گے، ورنہ آپ کے خلاف بھی جہاد کریں گے۔ حضرت علیؓ نے انہیں بہت سمجھایا، لیکن وہ اپنی ضد پر مصر رہے اور حضرت علیؓ کی مخالفت شروع کر دی اور اس کے بعد خارجیوں کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔

خوارج کے نظریات

① حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کو کافر کہنا

② مرتکب کبیرہ پر کفر کا فتویٰ لگانا اور اسے مخلد فی النار کہنا

③ الخروج بالسيف على أئمة الجور یعنی ظالم حکمرانوں کے خلاف ہتھیار لے کر لڑنا

www.KitaboSunnat.com,www.Mohaddis.com